رنگا رنگ تہذیبوں والے ــــــ عظیم ہندوستان کا دل اتر پردیش جہاں

اقلیتوں سے زیادہ جانوروں کی اہمیت

مرادآباد میں پولس کے خلاف فساد۔ فرقہ وارانہ فساد میں کیسے تبدیل ہوا؟

ریاستی اسمبلی میں ریاست حسین ایم۔ایل۔اے کی تقریر

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ گورنر صاحب نے ابھی جو تقریر کی ہے اس میں ان آدمیوں کے مرنے پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے جو اس سرکار کی نااہلی کی وجہ سے سردی سے مر گئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تقریر اندرا گاندھی کے ۲۰ نکاتی پروگرام جس میں ۵ نکاتی سنجے گاندھی کا پروگرام بھی شامل تھا۔ مگر اس سنجے گاندھی کے ۵ نکات میں سے ایک پروگرام کو ختم کر دیا گیا ہے اس پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے مسز گاندھی نے غریبی ہٹاؤ کی بات کہی تھی تو ۱۵ آدمی ٹھنڈک کھا کر مر گئے ان پر دکھ کا اظہار کرنے کے لئے یہ تقریر تھی۔

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ میں اپنی تقریر کا آغاز مرادآباد کے سانحے سے شروع کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے وزیر مملکت مرادآباد گئے تھے ۱۹ تاریخ کو وہ مرادآباد پہنچے ۱۳ اگست میں مرادآباد میں جو سانحہ ہوا تھا اس کو ملک کی تمام خبر رساں ایجنسیوں نے دیا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ تصادم دو فرقوں کے بیچ نہیں ہوا ہے ہر جگہ یہی بات کہی گئی کہ مسلمانوں کے خلاف یہ ایک پولس ایکشن تھا۔

لیکن بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مرکزی وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ بھی وہاں گئے وزیر اعلیٰ بھی گئے ۲-۳ ماہ تک کرفیو رہا وزیر کوشپال کپور جب وہاں پہنچے پھر فساد ہوا۔ ۳۰ اکتوبر کو بھی فساد ہو گیا۔

۱۳ اگست کو جو سانحہ ہوا اگر فرقہ وارانہ فساد نہیں تھا تو پھر اس کے بعد جو واقعات ہوئے وہ کس وجہ سے ہوا ان واقعات کی ذمہ داری کس پر ہے۔ ۲-۳ ماہ تک مرادآباد کے سارے شہری خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ کرفیو کی وجہ سے گھروں میں بیٹھے رہے اور جو واقعات ہوئے ان کی ساری ذمہ داری مسلمان بنام پولس نہ کہ مسلمان بنام ہندو واقعات پر رکھی گئی اور یہ ساری غلط افواہیں اترپردیش کے افسران کے ذریعہ اڑائی گئیں (ایوان میں شرم شرم کی آوازیں)

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ مرادآباد کے اس زمانہ کے جتنے بھی سرکاری افسران ہیں وہ قانون کی دفعہ ۳ کے سکشن ۲ کے تحت ملزم ہیں ان پر مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔

انھوں نے کہا کہ میں محترم گورنر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک کمیشن اس بات کی تحقیق کے لئے منتخب کر دیں کہ ۱۳ تاریخ کو جو واقعات ہوئے وہ سرکار بنام مسلمان تھے انھیں مسلمان بنام ہندو واقعات میں کیسے تبدیل کیا گیا۔ یہ کمیشن اپنی سفارشات پیش کرے اگر وزیر اعلیٰ کمیشن کی سفارشات سے مطمئن ہوں تو افسران پر اور اگر راجیندر ترپاٹھی ملزم ہوں تو ان پر مقدمہ چلایا جائے۔

انھوں نے کہا کہ ایک ایسے کمیشن کا بھی قیام عمل میں آنا چاہئے جو اس بات کا پتہ لگائے کہ مرادآباد کے دن بہ دن بگڑتے حالات کا کون شخص ذمہ دار ہے۔

(ایڈیٹر سلطان جاوید، رامپور)

انہوں نے کہا کہ محترم راجندر کماری باجپائی مرادآباد تشریف لے گئے وہاں پر یوم استقلال منایا گیا لیکن افسوس یہ ہے کہ اسٹیشن کے پاس چار چاند والی مسجد ہے اس کو توڑ مروڑ کر مندر بنا دیا گیا ہے ۱۳ مسجدوں کی مرمت بھی کرا دی گئی لیکن چار چاند والی مسجد آج بھی مندر کی شکل میں ہے جبکہ وہاں سے جہاں آپ گئے تھے اس سے صرف ۵۰ گز کے فاصلہ پر یہ مسجد ہے بہتر ہی اچھا ہوتا اگر آپ نے اس کو دیکھ لیا ہوتا۔

مجھے اس کا سخت افسوس ہے کہ محترم وزیر داخلہ نے پارلیمنٹ میں اپنے بیان میں کہا کہ کوئی بھی ایسی مسجد نہیں ہے جس کو مندر بنایا گیا ہو اس کے لئے ان پر پارلیمنٹ کے پریویلیج کی خلاف ورزی کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ اس مسجد کو ۵ سال پہلے بنوایا گیا تھا اور مسجد کو توڑ کر مندر بنانے کا جو واقعہ ہوا تھا اس کی رپورٹ بھی مسجد کے امام شجاع الدین نے کی تھی کہ کس طرح مسجد کو توڑ کر مندر بنایا گیا۔ اس رپورٹ کے بعد ڈی۔ ایم صاحب خود وہاں گئے تھے لیکن جب رپورٹ لکھوائی گئی تو دفعہ ۲۹۵ کا مقدمہ قائم کیا گیا اور اس مقدمہ کی تحقیقات سی۔ آئی۔ ڈی کے سپرد کر دی گئی ۱۲ تاریخ کو کرفیو لگا اور ۱۴ اور ۱۵ اگست کی شب میں مسجد کو مندر کی شکل دے دی گئی میں نے وزیر اعظم، وزیر داخلہ اور وزیر اعلیٰ کو ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ لکھا تھا۔ محترم وزیر اعلیٰ کا جواب بھی موصول ہوا مگر مجھے افسوس ہے کہ جب سے فساد ہوا اس کے بعد سے اب تک وزیر اعلیٰ ۷ بار مرادآباد گئے انہوں نے خود مسجد کا معائنہ بھی کیا لیکن میں نے جب وزیر اعلیٰ سے مسجد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ جب میں مسجد کے بارے میں ثبوت کے ساتھ ساری باتیں ان کے سامنے پیش کر دیں اور وہ خود جا کر اسے دیکھ آئے تو پھر اب وہاں وہ کیا معلومات فراہم کر رہے ہیں۔

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ بہت سے لوگ اس فکر میں ہیں کہ وہ کہہ دیں کہ مرادآباد میں سب ٹھیک ہے اور ان سارے لوگوں نے انعام بھی حاصل کر لیا جن لوگوں نے ۱۳ اگست کے بعد مرادآباد کا دورہ کیا اور وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کو جھوٹی رپورٹ دی کہ وہاں مسلمانوں کی زیادتی تھی اور پولیس نے جو ایکشن لیا وہ ٹھیک تھا خواہ وہ مسٹر جاوید علی ہوں یا پھر نقوی ہی کیوں نہ ہوں۔ مرادآباد کے ممبر اسمبلی کو وقف بورڈ کا ممبر بنا دیا گیا صرف اس غلط بیان کے جاری کرنے پر کہ وہاں سب ٹھیک ہو گیا ہے ان سبھی لوگوں نے مسلمانوں کے خون کی قیمت پر کر سکے اور سارے مرادآباد میں انعامات فساد کی قیمت پر حاصل کئے اس لئے میں انعام یافتہ لوگوں کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔

محترم وزیر اعلیٰ آپ کو مرادآباد کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہاں سب ٹھیک ہے تو وہاں بارڈر سیکورٹی فورس سی۔ آر۔ پی اور دفعہ ۱۴۴ کیوں لگی ہے۔

ابھی ۸ جنوری کو مرادآباد میں فوج کو تیار رہنے کو کہا گیا اس کے بعد ۲۲ جنوری کو بم پھٹنے سے ایک لڑکا زخمی ہوا ان خبروں کو سبھی لوگوں نے پڑھا ہے پھر معلوم ہوا کہ ۲۲ جنوری ہی کو بارڈر سیکورٹی فورس کو واپس بلا لیا گیا۔

یہاں کی یہ تصویر ہے یہاں تو انسانوں سے زیادہ سانڈوں کی اہمیت ہے۔ خبر ہے کہ ۲۹ دسمبر کو مرادآباد کے کانٹھ کے علاقہ میں ایک سانڈ کے مرجانے کے بعد اس کی لاش کو بینڈ باجے کے ساتھ شمشان گھاٹ لے جایا گیا اور مذہبی رسومات ادا کر کے میں پوری تکریم کے ساتھ اس کی سمادھی بنائی گئی اور کچھ لوگوں نے اس موقع پر غریبوں کو کھانا بھی کھلایا۔ لیکن دوسری طرف ۱۳ اگست کو مرنے والے مسلمانوں کو اور نہ بچوں کی نہ نماز جنازہ ادا کی گئی نہ ہی کفنایا ہی گیا اور نہ ہی دفن کیا گیا اور کیوں ہو جب وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ہمارے لئے تین چیزیں روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر حکم جاری کیا کہ کھانے کے لئے گولی اور پہننے کے لئے کفن اور رہنے کے لئے قبرستان دیدو۔

آج بھی مرادآباد پولیس کی لوٹ مار کی رپورٹ ہمارے پاس آ رہی ہیں۔ میں پھر وزیر اعلیٰ سے کہتا ہوں کہ محترم مرادآباد

سے اب بھی شکایتیں آ رہی ہیں اور اب سمجھ لیں کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی ہے۔ مسٹر ریاست حسین نے مسٹر ترپاٹھی سے کہا کہ آپ وہاں گئے تھے بارڈر سیکورٹی فورس کے ہونے کے باوجود وہاں پر اب بھی موتیں ہو رہی ہیں تو انھیں جواب ملا کہ وہاں پر بھوتوں کا سایہ ہے اور وہاں پر جن آ گئے ہیں لیکن میں تو زندہ آ گیا مگر آپ تو کہتے ہیں کہ شاید جناتوں کا سایہ ہے میں کہتا ہوں کہ در حقیقت وہاں پر جنات آ گئے ہیں جو سب کو مار رہے ہیں۔ (ایوان میں ہنسی کی آوازیں)

انھوں نے کہا کہ اصل میں جنات سب کو مار رہے ہیں لیکن مرادآباد کے واقعات کو جو لوگ فرقہ وارانہ شکل دے رہے ہیں مجھے اس بات کا واضح جواب چاہیے کہ ان کو سزائیں کیوں نہیں دی جا رہی ہیں — انھوں نے کہا کہ کسی بھی ضلع میں اگر فرقہ وارانہ فساد ہوتا ہے تو وہاں کے ڈی ایم اور ایس پی کا تبادلہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ ۳۰ اکتوبر والا جھگڑا ۱۰۰ فی صد فرقہ وارانہ تھا تو پھر وہاں کے ڈی ایم اور ایس پی کا تبادلہ کیوں نہیں کیا گیا — علی گڑھ میں مسٹر منظور احمد ایس پی اور نگینہ سنگھ ڈی ایم کو فوراً فساد کے بعد ہٹا دیا گیا ان کی جگہ پر اے۔ آر۔ شاہ اور ڈی پی سنگھ نے چارج لیا لیکن مرادآباد میں قانون کا عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

مسٹر ریاست حسین نے چارج لگایا کہ مدھو کر گپت کے گھر میں جو عورتیں ہیں وہ گپت ذات کی ہیں یا کسی دوسری ذات سے تعلق رکھتی ہیں مسٹر حسین نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے ڈی ایم اور ایس پی کا تبادلہ نہیں کیا جا رہا ہے — انھوں نے کہا کہ لکھنؤ ہی کی بات لیجئے کہ وہاں پر افواہ اڑائی گئی کہ ۲۰۰ بم پکڑے گئے بعد میں پتہ چلا کہ وہ بم نہیں بلکہ دیوالی میں چھڑائے جانے والے پٹاخے تھے۔

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ محترم اب میں گورنر صاحب کی تقریر کی وہ لائنیں پڑھتا ہوں جس میں اوپر لکھا ہے کہ "یہ خوشی کی بات ہے کہ پچھلے ۱۰ ماہ میں میری حکومت نے ان سب ہی مسائل کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا جو اس کے سامنے درپیش تھے اور ریاست کی سماجی، معاشی زندگی کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی"

اس کی اگلی لائن میں ہے "بہت تھوڑے سے وقت میں میری حکومت نے ریاست میں چست اور چوبند نظام قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور ہماری حکومت ریاست کے شہریوں کی زندگی اُن کی جائیداد کی حفاظت کے لئے کوشاں ہے۔ جرائم پیشہ اور ناپسندیدہ افراد کے خلاف سخت اقدام کئے ہیں"

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ میں وزیر اعلیٰ کو اصلی پوزیشن بتانا چاہتا ہوں لیکن وہ اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں— اس لئے ترپاٹھی جی (رام چندر) آپ ہی سُن لیجئے کہ پچھلے تین ماہ کے اندر ریاست کی معاشی حالت کیا ہو گئی ہے۔

لکھنؤ میں نومبر کے مہینہ میں ارہر کی دال ۳ روپے ۶۰ پیسے کیلو تھی اس وقت ۴ روپے ۹۰ پیسے کیلو ہے۔ چاول موٹا ایک روپیہ ۶۰ پیسے کیلو تھا۔ اب دو روپیہ ۲ پیسے کیلو ہے۔ چاول باسمتی ۳ روپے ۲۰ پیسے کیلو تھا اب ۴ روپے ۲۰ پیسے کیلو ہے ۶ روپے کیلو تھا اس وقت ۲۱۵ روپے ٹن ہے۔ تیل سرسوں ۹ روپے کیلو تھا اب پندرہ روپے کیلو ہے۔ شکر کا بھاؤ ۴ روپے کیلو تھا جبکہ جنتا سرکار نے ختم ہونے کے وقت تک شکر کا بھاؤ ۲ روپیہ ۴۰ پیسے کیلو تھا اس وقت ۷ روپے پچاس پیسے کلو ہے۔

مسٹر حسین نے کہا کہ یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہماری حکومت کہتی ہے کہ ہم نے معاشی مسائل پر قابو پا لیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا تھا کہ مرادآباد میں فساد کے دوران جن کارخانہ داروں کے کارخانے نہیں چلے ہیں ان سے بجلی کی وصولیابی نہیں کی جائے گی

گی لیکن اُس وقت کی وصولیابی شروع ہو گئی ہے اور برابر ہو رہی ہے ـــ انھوں نے کہا کہ کل تک ہماری مخالف پارٹی کے لیڈر اور ر اجندر دتہ پاٹھی کو اس بات کی بڑی فکر تھی کہ پولس کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ پولس کے حوصلے کیوں بڑھ گئے ہیں کیونکہ انھوں نے مراد آباد کے مسلمانوں کا خون بہت پیا ہے اور مسلمانوں کا خون گوشت خور ہونے کی وجہ سے بہت گرم ہوتا ہے اس لئے پچھلے دنوں کی مسلم خوراک سے پولس کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔

مسٹر حسین نے کہا کہ محترم اب میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں میں آپ کو مسٹر عمار رضوی سے اور ہمارے جو عزیز بھائی بیٹھے ہیں اُن سے مخاطب ہوں میری بات کو غور سے سنیئے ـــ لیکن بہت بڑے لیڈر ہیں جو اس وقت ہمارے بیچ نہیں ہیں جن کا نام بادشاہ خان ہے اور جن کو سرحدی گاندھی کے نام سے جانا جاتا ہے قومی تحریک کے دوران بادشاہ خان غیر ملکی حکومت کا مقابلہ کرنے کے لئے پٹھانوں کو متحد کر رہے تھے۔ میں دو تین باتیں پڑھ کر سناتا ہوں کہ کس طرح انھوں نے پٹھانوں کے حوصلوں کو قائم رکھا۔ انھوں نے پٹھانوں سے کہا کہ آپ لوگ پیغمبر اسلام کو بھول گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں پوچھتا ہوں جہاد کیا ہے ـــ "نبی کریمؐ کے مطابق جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق گوئی ہے۔" اگر ہم مسلمان ہیں تو حضورؐ کے حکم کی تعمیل کریں۔ یہ کہا تھا سرحدی گاندھی نے۔ ریاست حسین نے کہا کہ پھر بادشاہ خان نے کہا کہ تیار ہو اور اپنے کو ظالم حکومت سے آزاد کرالو اگر تم میدان جنگ میں کام آ گئے تو کیا ہوا ہر ایک کو مرنا ہے لیکن یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے کو ظالم حکومت سے آزاد کرالو۔ اپنی آنے والی نسلوں کیلئے اگر ہم ایسا نہیں کرینگے تو میدان حشر میں ہم خدا کے رسولؐ کو کیا جواب دینگے ـــ انھوں نے پھر کہا کہ ان کا مقصد مظلوم کو ظالم سے بچانا ہے وہ ظالم کے سامنے کھڑے ہیں چاہے وہ ہندو ہو، مسلمان یا انگریز ہو۔ انھوں نے آگے کہا کہ کرشن نے ارجن سے کہا تھا کہ جو ظالم کمزوروں کی حق تلفی کرے اس کے خلاف پوری طاقت سے لڑنا چاہیئے۔ یہ باتیں سرحدی گاندھی کی کتاب جس کو جی۔ ایل جیکسن نے لکھا ہے اس کے پیج نمبر ۶۹ نمبر ۷۰ - ۷۵ اور ۱۰۶ اپر لکھا ہے۔ ایک ممبر نے سوال اٹھایا کہ جو شخص ایوان کا ممبر نہیں ہے اس کا بات کوٹ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر ریاست حسین نے کہا محترم کا نپور میں ۱۵ اگست کو ریلی ہوا کرتی ہے اس میں وزیر اعلیٰ شرکت کیا کرتے ہیں اور جن وزراء اعلیٰ نے اس ریلی میں شرکت نہیں کی جیسے گووند بلبھ پنت ۱۵ اگست سنہ ۱۹۵۵ء میں ریلی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ان کو اسی سال دہلی بلالیا گیا۔ سمپورنانند جی سنہ ۱۹۶۰ء میں اس ریلی میں شریک نہیں ہوئے تھے انہیں بھی واپس بلالیا گیا۔ سی۔ بی۔ گپتا سنہ ۱۹۶۳ء میں کامراج پلان میں آ گئے کیونکہ اس سال وہ بھی اس ریلی میں نہیں گئے تھے۔ سنہ ۱۹۶۷ء میں پھر گپتا جی وزیر اعلیٰ بنے مگر اس سال پھر وہ اس ریلی میں شریک نہیں ہوئے اس لئے اپریل میں ہی نکال دیئے گئے۔ چرن سنگھ سنہ ۱۹۶۷ء میں ریلی میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے صدر کے سیل سے نکال دیئے گئے۔ گپتا جی سنہ ۱۹۶۹ء میں پھر وزیر اعلیٰ ہوئے لیکن چونکہ ریلی میں نہیں گئے تھے اس لئے سنہ ۱۹۷۰ء میں نکال دیئے گئے۔ کملا پتی ترپاٹھی سنہ ۱۹۷۱ء میں وزیر اعلیٰ ہوئے لیکن چونکہ ریلی میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لئے پی۔ اے۔ سی کی بغاوت میں نکال دیئے گئے۔

بہوگنا جی سنہ ۱۹۷۴ء میں ریلی میں شریک نہیں ہوتے اس لئے اگلے سال ان کو بھی نکال دیا گیا۔ رام نریش یادو سنہ ۱۹۷۷ء میں کانپور ریلی میں نہیں گئے اس لئے اگلے سال نکال دیئے گئے

بنارسی داس سنہ ۱۹۷۹ء میں ریلی میں شامل نہیں ہوئے انہیں بھی سنہ ۱۹۸۰ء میں نکال دیا گیا

مسٹر ریاست حسین نے کہا کہ محترم وزیر اعلیٰ بھی ۱۵ اگست کا ریلی میں نہیں شریک ہوئے ہیں۔ خدا جانے اُن کا کیا ہونے والا ہے۔

(تقریر :- مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۸۱ء یو۔پی اسمبلی)

شائع کردہ :- جوہر پبلیکیشنز، نورث سرکل جیل روڈ۔ رام پور (یو۔پی)

(نیشنل پرنٹنگ پریس رامپور)